R. No. 2186/57

Regd. No. L. 922.

انجمن ترقی اُردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

Date

1-8-15-22

Phone—29

Annual Rs. 4/-

Per Copy-12

جلد ۲۶ - شمارہ ۳۲ | ایڈیٹر آل احمد سرور | ۲۲ راگست [illegible]

ادار یہ

اُردو کالجوں کا قیام

حکومت ہند کی پالیسی کے مطابق تمام جدید ہندوستانی زبانیں جلد سے جلد اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ بنائی جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ اس کی تیاری میں کچھ وقت لگے گا۔ اس موقع سے شمالی ہند اور جنوبی ہند میں دو ایسے مرکز قائم کیے جائیں گے جن میں اعلیٰ تعلیم کے مسائل کا جائزہ لیا جائے گا۔ نئی اصطلاحات پر غور ہوگا۔ معیاری کتابوں کا ترجمہ کیا جائے گا۔ خاص خاص موضوعات پر کتابیں تیار کرائی جائیں گی۔ اساتذہ کی تربیت ہوگی اور درس و تدریس کے لیے انتظامات کیے جائیں گے۔ یہ مرکز تو حکومت قائم کرے گی لیکن اردو دوستوں کو چاہیے کہ ابھی سے اپنے اپنے علاقے میں اردو کالج کھولنے کے لیے مناسب قدم اٹھائیں۔ صورت یہ ہے کہ شمالی ہند میں ابتدائی تعلیم اردو میں دینے کا اگرچہ تسلی بخش انتظام نہیں ہے مگر اردو دوستوں کے توجہ دلانے پر کچھ اسکولوں میں اردو ذریعہ تعلیم ہو گئی ہے۔ سب سے پہلے یہ کوشش کرنا ہے کہ جہاں جہاں ضرورت ہو یہ انتظام ہو جائے پھر یہ دیکھنا ہے کہ اردو کے ذریعہ ثانوی تعلیم کا معقول اور تسلی بخش انتظام ہو۔ اس وقت سوائے دہلی کے کچھ اسکولوں کے اور بہار کے کچھ اسکولوں کے، عام طور پر ثانوی اسکولوں میں اردو ذریعہ تعلیم نہیں ہے اور ان اسکولوں کے لیے بھی اساتذہ اور کتابوں کی دشواریاں ہیں۔ لسانی اقلیتوں کے کمشنر نے بھی اس کمی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس لیے اردو دوستوں کو عموماً اور انجمن کی شاخوں کو خاص طور پر اپنی ریاست میں حسب ضرورت ابتدائی اور ثانوی اسکولوں کا انتظام کرنا ہے۔ جہاں توجہ دلانے کے باوجود حکومت اسکول نہ کھولے وہاں اردو دوستوں کو خود ایسے اسکول کھولنے اور چلانے چاہئیں۔ جنوبی ہند میں ابتدائی اور ثانوی اسکولوں کا انتظام شمالی ہند سے بہتر ہے۔

اس کے یہ معنی نہ ہونے چاہئیں کہ جب تک ہر جگہ ابتدائی اور ثانوی تعلیم کا کما حقہ انتظام نہ ہو جائے، ہم کالجوں کے قیام کی نہ سوچیں۔ ہمیں حکومت ہند کی موجودہ پالیسی کی روشنی میں ابتدائی اور ثانوی اسکولوں کی مہم کے ساتھ کالجوں کے لیے بھی مہم چلانی چاہیے۔ اس دور کا تقاضہ یہ ہے کہ سب کام اگر ساتھ ساتھ نہ کیے جائیں تو بڑی دیر لگ جاتی ہے اور ہم پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے شمالی ہند اور جنوبی ہند میں اردو کالجوں کا بھی ایک جال ہونا چاہیے۔ دس ابتدائی اسکولوں پر ایک ثانوی اسکول اور دس ثانوی اسکولوں پر ایک ڈگری کالج کا فارمولا قابل عمل ہے۔ شمالی ہند میں دہلی، اترپردیش، بہار، بنگال، راجستھان، مدھیہ پردیش میں ایسے کئی کالج قائم ہو سکتے ہیں اور بالآخر ان سب کو ایک اردو یونیورسٹی سے ملحق کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح جنوبی ہند میں آندھرا، مہاراشٹر، گجرات، مدراس، میسور، کیرل میں اردو کالج قائم کیے جا سکتے ہیں اور یہ بالآخر ایک دوسری جنوبی ہند کی اردو یونیورسٹی سے ملحق ہو سکتے ہیں۔ انجمن نے اس سلسلے میں جنوبی ہند کی ریاستی شاخوں کو توجہ دلائی ہے اور امید ہے کہ جلد ہم اس اہم اور ضروری انتظام کے قابل ہو سکیں گے۔ ظاہر ہے کہ ان کالجوں کے لیے حکومت سے ہم بجا طور پر مناسب امداد کی توقع کر سکتے ہیں۔ مگر انھیں چلانا تو بالآخر اردو دوستوں کو ہوگا۔ ان کالجوں میں انگریزی، علاقائی زبان اور ہندی تینوں کی تعلیم کا خاص اچھا معیار ہونا چاہیے۔ اردو دوستوں کو اپنی بنیادی ضروریات کے ساتھ قومی تقاضوں اور عالمی معیاروں کا بہر حال لحاظ رکھنا ہے۔

لکھنؤ میں مرزا غالب کے بارے میں بین اقوامی مرکز

لکھنؤ۔ یہاں "مرزا غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر لکھنؤ یونیورسٹی میں ایک بین اقوامی ریسرچ مرکز قائم کیا جائے گا۔ غالب صد سالہ یادگار کمیٹی کے چیئرمین جناب اگروال نے بتایا ہے کہ مرزا کی حیات، شاعری اور دوسرے ادبی کارناموں کے متعلق اس موقع پر سیمینار

ہوں گے۔

ان سمیناروں میں جو ہندی اور اردو دونوں زبانوں میں ہوں گے غیر ملکی ادیبوں اور محققوں کی شرکت متوقع ہے۔

کمیٹی مرزا غالب کے بارے میں اردو اور ہندی میں ایک کتاب شائع کرے گی۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں غالب سے متعلق لڑکوں اور لڑکیوں کے تحریری مقابلے کرائے جائیں گے۔

(قومی آواز لکھنؤ)

بنارس ہندو یونیورسٹی میں ایم اے اردو کلاسز

یہ خبر اردو دوستوں کے لیے مسرت کا باعث ہوگی کہ یونیورسٹی گرانٹس کمیشن کی سفارشات کے مطابق بنارس ہندو یونیورسٹی نے بی اے میں اختیاری اردو، اور ایم اے اردو کی تعلیم کی اسی تعلیمی سال (۷۸-۱۹۷۷ء) سے اجازت دے دی ہے۔

ایم اے اردو میں داخلے کی درخواستیں آخر اگست ۱۹۷۷ء تک پرنسپل آرٹس کالج کو دی جا سکتی ہیں۔

مزید تفصیلات کے لیے ڈاکٹر حکم چند نیّر استاد شعبۂ اردو سے ملیں۔

(نامہ نگار)

علاقائی زبانوں میں مرکزی ملازمت کے امتحان

نئی دہلی۔ مرکزی وزیر داخلہ چوہان نے بتایا ہے کہ یونین پبلک سروس کمیشن کو آٹھ لاکھ سالانہ کی رقم دینا منظور کیا گیا ہے۔

یہ رقم کمیشن نے اس فاضل عملہ کے لیے مانگی تھی جو مرکزی ملازمتوں کے امتحانات علاقائی زبانوں میں لینے کے لیے ضروری ہوگا۔

یہ وہ علاقائی زبانیں ہیں جو دستور کے آٹھویں زمرے میں درج ہیں۔

(قومی آواز لکھنؤ)

ہندوستانی زبانوں میں ماسکو ریڈیو کی نشریات

ماسکو۔ ماسکو ریڈیو نے ۴۰ برس پہلے ہندوستانی عوام کے لیے ہندستانی میں نشری پروگرام شروع کیا۔

آج کل ہندوستان کے لیے ماسکو ریڈیو کی نشریات کا وقت روزانہ دس گھنٹے ہے۔ ہندوستان کی آٹھ قومی زبانوں ہندی، اردو، بنگالی، تامل، پنجابی، مرہٹی، ملیالم اور تیلگو میں پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ اختتام سال سے پہلے ان زبانوں کی تعداد میں اضافہ ہو جائے گا۔

سماہی تحریر (۲۰) شائع ہو گیا

علمی مجلس، دلی کے علمی اور تحقیقی سماہی رسالے تحریر کا ۲۰ واں شمارہ شائع ہو گیا ہے اس میں یہ مضمون ہیں:

اتر پردیش کے نعت گو شاعر (علی جواد زیدی)، ڈوگری زبان (منشی لال گپتا)، ہفتہ وار کوہ نور دہلی، شاہجہانی عہد کی اردو مثنوی (اکبر علی ترمذی)، میر جعفر زٹلی (ڈاکٹر نعیم احمد) اردو کا سب سے قدیم کتبہ (ڈاکٹر ضیاء الدین ڈیسائی) اس کے علاوہ فضلی (مصنف کربل کتھا) کا ایک مرثیہ اور وفیات کے ذیل میں اثر، شاہد احمد دہلوی، رفیق مارہروی پر تفصیلی نوٹ ہیں۔

دہلی میں کتابوں کی نمائش

نئی دہلی۔ ۱۴ جولائی کو سوویت کلچرل سنٹر میں سوویت کتابوں کی ایک نمائش کا افتتاح کیا گیا۔ اس میں تین سو سے زائد کتابیں پیش کی گئیں جو طبیعیات، کیمیا، انجینئرنگ، ٹکنالوجی تیل کی پیداوار، تاریخ، سیاسیات، معاشیات وغیرہ کے بارے میں انگریزی، ہندی اور اردو میں چھاپی گئی ہیں۔ ان ساری کتابوں کی اشاعت سوویت یونین میں ہوئی ہے نمائش دس دنوں تک جاری رہی۔

ڈاکٹر سیدہ جعفر کی نئی تالیف سکھ انجن

حیدرآباد۔ اردو کی محقق اور نقاد محترمہ ڈاکٹر سیدہ جعفر صاحبہ لکچرار شعبۂ اردو عثمانیہ یونیورسٹی کی نئی تالیف "مثنوی سکھ انجن" موسوم بہ "آنکھ مچانی" عنقریب شائع ہو رہی ہے۔

مثنوی سکھ انجن، جگت گرو ابراہیم عادل شاہ کے مرشد حضرت شاہ ابوالحسن قادری کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے تصوف کے مسائل کو بچوں کے مشہور کھیل آنکھ مچولی کی طرز پر سمجھایا ہے۔ ڈاکٹر سیدہ جعفر کی اس سے قبل چار کتابیں "ماسٹر رام چند اور اردو نثر کے ارتقا میں ان کا حصہ"، "فن کی جانچ (تنقیدی مضامین)، اور دکنی رباعیاں" شائع ہو کر ادبی دنیا میں مقبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

(ابن تاباں حیدرآباد)

--- ❖ ---

ڈاکٹر گیان چند

سردار جعفری کی غزل اور مروجہ عروض

۱۵ دسمبر ۶۶ء کے ہماری زبان میں انجم آرا انجم صاحبہ کا مراسلہ "سردار جعفری کی ایک ساقط الوزن غزل" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس سلسلے میں ۲۲ مارچ، ۲۲ اپریل، ۸ مئی، یکم جون، ۱۵ جون، ۸ جولائی اور ۲۲ جولائی ۶۷ء کی اشاعتوں میں کئی حضرات نے اظہار خیال کیا ہے۔ بعض حضرات کے لہجے میں تندی، تلخی اور چیلنج کرنے کا انداز آگیا ہے۔ بعض حضرات عروض دانی کے خمار سے سرشار معلوم ہوتے ہیں۔ یہ سب نہ ہوتا تو اچھا تھا۔

بحر متقارب کے متعلقہ وزن اور اس سے مماثل بحر متدارک کے وزن (مخبون اور مخبون مسکن) پر میں نے عرصے تک غور کیا ہے اور اس کے بعد ان کی بوقلمونی کو گرفت میں لا سکا ہوں۔ عرف عام میں ان اوزان کو ہندی بحر کہتے ہیں۔ میں نے کئی ماہ پیشتر ایک مضمون "اردو کی ہندی بحر" [illegible] توسیع اور اضافے [illegible] ذکر کیے ہیں۔ سوچا تھا کہ مضمون شائع ہو جائے تو اس گفتگو میں میرا بھی نقطۂ نظر واضح ہو جائے گا لیکن معلوم ہوا کہ اس کی اشاعت میں دیر ہے، یہی مختصر ہماری زبان میں اظہار خیال کیا چاہتا ہوں۔ میرے نزدیک اردو عروض جمود کا شکار ہے اس میں ترمیم اور توسیع یعنی ارتقا کی ضرورت ہے۔ میری موجودہ تحریر کے دو حصے ہیں۔ پہلے حصے میں مروجہ عروض کی حدود میں رہ کر مختلف مراسلوں پر کچھ کہوں گا۔ دوسرے حصے میں ہندی بحر کی روشنی میں عروض کی محدودیت کی طرف اشارہ کروں گا۔ میرے نزدیک دوسرا حصہ زیادہ اہم ہے۔

(۱)

۱۵ دسمبر ۶۶ء کے مراسلے میں انجم آرا صاحبہ نے جو تقطیع کی ہے اس میں ذیل کے تین مصرعوں کی تقطیع سے مجھے اختلاف ہے۔

الف۔ وید اپنشد پڑھ ڈالے گیتا قرآں ورق ورق

موصوفہ نے "اپنشد" کو "اپی نشد" کر کے فعلن فعلن کے برابر تولا ہے۔ حقیقت میں سردار نے اس لفظ میں ی کا اضافہ نہیں کیا۔ اس طرح "وید اپنشد" فعلُ فاعلن کے وزن پر ہوگا۔ سوال ہوگا کہ بحر متقارب میں فاعلن کہاں سے آ ٹپکا۔ اس کا جواب میں سر دست نہیں دوں گا۔ صرف یہ کہوں گا کرنا جائز سہی لیکن اس مصرع کے ابتدائی الفاظ میں فاعلن لائے بغیر چارہ نہیں۔

ب۔ سب قاتل ہیں سب مقتول ہیں سب مظلوم ہیں ظالم سب
فعلن فعلن فعلن فعلن فعلُ فعولن فع

میری رائے میں اس مصرع کا صحیح وزن یہ ہے:۔
فعلن فعلن فعلن فعلُ فعولن فعلُ فعولن فع

ج۔ حرف حق کی صلیب اٹھائے کوئی مسیح تو آئے اب
فعلن فعلن فعولُ فعولن فعلُ فعولن فعلن فع

اس مصرع کا وزن یہ ہونا چاہیے
فعلن فعلُ فعولُ فعولن فعلُ فعولُ فعولن فع

مختلف مراسلوں میں اشعار کی جو تقطیع کی گئی ہے [illegible] ہوتا ہے کہ کاتب نے رکن کو غلط لکھ دیا ہو [illegible] انجم آرا صاحبہ کی تقطیع بھی کاتب کے قلم کی مجروح ہو۔

(۲) ۲۲ مارچ کے پرچے میں ڈاکٹر شفق صاحب نے میر کے مصرع

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے

میں "پتہ پتہ" کے نیچے فعل فعل جو لکھا ہے وہ صریحاً کوئی سہو ہے۔ انھوں نے فعلن فعلن لکھا ہوگا۔ [illegible] شفق صاحب سے یہ سہو ضرور ہوا کہ وہ ایک بحر کے مختلف اوزان کو مختلف بحریں سمجھ بیٹھے۔ انجم آرا صاحبہ نے بات [illegible] نہیں کی تھی کہ سردار جعفری نے کن کن مصرعوں میں کن کن مقامات پر [illegible] ہے۔ شفق صاحب بھی ان مخصوص مقامات کا ذکر کر کے اس [illegible] کی صفائی کا میاب نہیں۔

(۳) ۸ مئی کے شمارے میں دو آفریدی صاحب نے انجم آرا کے دو مصرعوں کی تقطیع کو مطابق پایا اور اپنے نزدیک صحیح تقطیع دی۔ انجم آرا کی تقطیع صحیح ہے دو صاحب کی نہیں۔ [illegible] شفق صاحب کی میر کے مطلع کی تقطیع پر اعتراض کیا ہے۔ شفق صاحب کی تقطیع میں پتہ پتہ کا وزن فعل فعل کے بجائے فعلن فعلن ہونا چاہیے۔ اس [illegible] تقطیع شفق صاحب نے ٹھیک کی ہے [illegible] صاحب سے [illegible] جواب۔ شفق نے اگر ایک جگہ فعل فعولن کی جگہ فاع فعولن لکھ دیا تو وہ قابل گرفت نہیں۔ جب مختلف عروضیوں نے فعل اور فاع دونوں ارکان استعمال کیے ہیں تو ان کا فرق اہم نہیں۔ اصل چیز صحیح وزن کی نشان دہی ہے۔

پتہ پتہ بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے
جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے

حال ہمارا / جانے نہ جانے / گل ہی نہ جانے / باغ تو سارا — یہ چاروں ٹکڑے صریحاً فعلن فعولن کے وزن پر ہیں۔ دو صاحب انھیں فعلن فعلن کے برابر کیوں کر سمجھ بیٹھے۔

(۴) یکم / جون کے ہماری زبان میں معز آفاقی صاحب کا مراسلہ شائع ہوا۔ معز صاحب بہت اچھے عروضی معلوم ہوتے ہیں لیکن ایک مصرع کی تقطیع میں ان سے چوک ہو گئی۔ لکھتے ہیں۔

سب قاتل ہے سب حق قول ہے [illegible] ظالم سب
فعلن فعلن فعلن فاعلن فعلن فعلُ فعولن فع

مقتول ہیں [illegible] میں ہیں کی ی اور ن دونوں گرائی جائیں گی اور اس طرح اس مصرع کی صحیح تقطیع یہ ہے۔

سب قا / تل ہے / سب حق / قول / سب مظلو / [illegible] ظالم سب
فعلن فعلن فعلن فعلُ فعولن فعلُ فعولن فع

اس طرح یہ مصرع درست ہو جاتا ہے۔

معز صاحب نے بحر متقارب مثمن کے اثرم و مقبوض اوزان کے امتزاج سے پیدا ہونے والے ۲۴ اوزان گنے۔ کاتب نے ان کے دوسرے وزن کو فعلُ فعولُ فعولُ فعولن فعلن لکھ دیا جو ظاہر ہے کہ فعلُ فعولُ فعولن فعلن ہونا چاہیے۔ انھوں نے یہ وصول درج کیا ہے۔

* معز آفاقی صاحب نے صحیح تقطیع [illegible] تھی لیکن سہو کاتب ہے۔ (ادارہ)

"اگر شاعر نے وزن نمبر ۷ (اخرم و سالم) سے ترتیب رکھی ہے تو صرف وہ تمام اوزان ہی استعمال کر سکتا ہے۔ وہ اوزان دیگر کسی قاعدے کے تحت نہیں آ سکتا۔"

یہ تحدید کیوں۔ وزن نمبر ۳ فعلن فعلُ فعولن فعلن میں بھی صرف اخرم و سالم ہے اس لیے اس تحدید سے کیوں باہر رکھا۔ اس میں تسکین اوسط سے بقیہ تمام وزن حاصل نہیں ہو سکتے۔ در اصل طبع سلیم کے لیے یہ آٹھوں وزن ہموار ہیں اور ان کا اجتماع جائز ہونا چاہیے۔ میر کی مثنوی جوشِ عشق کا پہلا شعر ہے۔

صید کر دل کو کب تک ہے شتاب   دل اسیرِ ... بسم اللہ ب
فعلُ فعولُ فعلن   فعلن فعلن فعلن

اس میں آٹھوں کے سب امکانات سے فائدہ اٹھایا ہے۔ مثلاً

تاب و تواں و شکیب و تحمل
فعلُ فعولُ فعولُ فعولن

وقت وداع قیامت گزرا
فعلُ فعولُ فعولن فعلن

برقِ حرمن ... پردے میں
فعلن فعلُ فعولن فعلن

میرے نزدیک ان آٹھوں اوزان کے اجتماع میں کوئی پابندی نہ ہونی چاہیے۔

رمز صاحب نے لکھا ہے کہ اس التزام کے تحت میر کی اس بحر کی تمام غزلیں آٹھوں کا نشہ چوکس ہیں۔ یہ بات نہیں۔ میر اس بحر کی غزلوں میں بار بار وزن کی سرحدوں سے باہر نکل گئے ہیں۔ یہ طے ہے کہ بحر متدارک کے ذیل میں وزن میں فعولُ فعلن (یعنی اسے فعل پر ترکیب یعنی فعولن کہنا پسند کرتا ہوں) نہیں آ سکتا۔ سرور جعفری کے اکثر شعر پر یہی اعتراض ہے کہ انھوں نے فعول فعلن یا فعول فع باندھا ہے۔ اب میر کے یہاں چند مثالیں دیکھیے۔ طول سے بچنے کے لیے میں تقطیع نہیں کروں گا، سکتے کے الفاظ کے نیچے خط کھینچ کر نشان دہی کرنے پر اکتفا کروں گا۔ مثالیں کلیاتِ میر طبع ۱۹۱۶ء نول کشور پریس سے ہیں۔

لوگوں میں مذموم کے ہونا شہرت اس رسوائی کی
شیخ جو ... گرمی ... کرتے ... سے نکلے   ص ۳۰۵
صبر کہاں جو تم کو کہیے لگ کے گلے سے سو جاؤ
بولو ... ٹکڑے سے ٹکڑے تک ...   ۳۹۰ ء
دو دن غربت گشتہ رہتی تھی زلزلہ تھا عشق اپنا
دھوپ میں ہم بے داغ ہوئے ... کھائے تم   ۴۰۰
بلبل ... گلشن ... میں ... نگاہیں ...
ان اوباشوں کی سادگی دیکھ ... سے ہم جاتے ہیں   ۳۰۳

مرے ... اس قسم کی بہت سی مثالیں ملیں گی اسی بحر میں بعض اوقات میر ایک سبب خفیف کی کمی کر جاتے ہیں جو بالکل نادرا ہے۔

سخت ہیں ... بدنامی و رسوائی سے کہتے ہیں
ان دیواروں سے سر مارا ... پتھر ہے چھاتی ہے رات   ۳۳۲۵

ہجراں میں برسوں ہم نے میر کیا ہے پاسِ وفا
اب جو کچھ تنگ پاس بلائے ہم کو وہ تو دور نہیں   ص ۲۹۹
کافر مسلم دونوں پر نسبت اس سے کچھ نہ ہوئی
بیت ہے تسبیح بچھڑے ہم پہنا ہے زنار بہت   ۳۰۶ ء
ٹیڑھی بھوں سے دشمن ہیں کردہ عشق ... میں میر کرو
سینہ تیغ ستم ایک اس کو چلتے پھرتے لگا بیٹھو   ۳۵۱ ء

ان چاروں شعروں کے پہلے مصرعے دوسرے مصرعوں سے اور غزل کے عام وزن سے بقدر یک سبب چھوٹے ہیں۔ میر عروض میں کوئی گہری نظر نہ رکھتے تھے یہ آبِ حیات[1] میں درج اس واقعے سے ظاہر ہے کہ کچھ لوگ میر سے ملنے گئے تو انھوں نے ذیل کا مطلع سنایا ۔

عشق بُرے ہی خیال پڑا ہے چین گیا آرام گیا
دل کا جانا ٹھہر گیا ہے صبح گیا یا شام گیا

میر نے کہا "آپ بموجب اپنی کتابوں ... خیال کی ی کو ظاہر کرو۔ پھر کہیں گے کہ ی کھنچ میں گرتی ہے۔ مگر یہاں اس کے سوا جواب نہیں کہ محاورہ یہی ہے۔"

میر اس وزن کی رنگا رنگی سے واقف ہوتے تو خیال کی ی کو گرانے کی ضرورت نہ سمجھتے۔

عشق بُرے ہی خیال پڑا ہے کو فعل فعول فعول فعولن سے تقطیع کرتے تو خیال کی ی برقرار رہ جاتی۔

۵ - ۲۲ جولائی کے شمارے میں ... صدیقی صاحب آرٹسٹ کا مراسلہ شائع ہوا ہے۔ موصوف بڑے مشاق خوشنویس کے عروضی معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے بیانات میں کوئی عروضی ... نہیں لیکن تنقید بھی شفقت اور رکت گیر ... کیا لکھتے ہیں۔

"رباعی میں دس ارکان نہیں ہوتے صرف ۶ ارکان ہوتے ہیں سالم نہیں ہوتا یعنی سالم۔ اشتر۔ اخرب۔ ازل۔ ابتر آتے ہی نہیں ہے"

آپ نے دس میں سے پانچ ارکان خارج کر دیے تو صرف پانچ ہی باقی بچے جو بھی کہاں رہے۔ لیکن کیا رباعی کے اوزان میں یہ مردود ارکان یعنی مفاعیلن۔ فاعلن۔ مفعولن۔ فعل۔ فع نہیں آتے۔ ضرور آتے ہیں۔ مرزا گورج نے مقیاس الاشعار[2] میں رباعی کے دس ارکان ہی قرار دیے ہیں لیکن بعد میں صراحت کر دی ہے کہ پانچ ارکان بنیادی ہیں اور بقیہ پانچ تخنیق کے زحافات سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ کسی طرح بھی پیدا ہوئے ہوں لیکن ان کے وجود سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔

سنبل سبیر ببر میں فرن   شکر جبش ... مزن

مقیاس الاشعار[3] میں اوج نے بھی اس کا وزن فاعلن فعل دستن فعل دیا ہے جو یاس نے چراغِ سخن میں درج کیا ہے لیکن

[1] آبِ حیات باردواز دہم۔ شیخ مبارک علی لاہور ص ۲۱۹
[2] مقیاس الاشعار ... جعفر اوج ص ۲۱۸ مطبع جعفری لکھنؤ ۱۳۰۳ھ
[3] ایضاً ص ۲۵۱

(بقیہ صفحہ ۹ پر)

ہائی بلڈ پریشر

سلام مچھلی شہری

ڈاکٹر! فرصت علاج نہیں
تیز تر خون کا دباؤ سہی
وار دل پہ سخت گھاؤ سہی
پھٹ نہ جائے کہیں دماغ کی رگ
کھو نہ جائے دیے کی یہ جگ مگ
سب بجا ہوں گا میں، پر آگہ نہیں
ڈاکٹر! فرصت علاج نہیں!
جلد کہہ دو کہ میں توانا ہوں
پانچ کلیوں کو مسکرانا ہے
دو چراغوں کو جگمگانا ہے
حادثہ یہ کہیں نہ ہو جائے
باپ کے بعد ماں نہ کھو جائے
اتنا تشنہ نہیں ہوں، مشعل ہوں
جلد کہہ دو کہ میں توانا ہوں
پر بھی منظور گر فنا ہو جائے
لیکن اس زندگی کا کیا ہوگا
مبتلا جس میں آج ہے دنیا
عشق درد ایک نعمت ہے
اور نئے ذہن کی بدولت ہے
آدمی آدمی سے کیوں گھبرائے؟
ڈاکٹر! فرصت علاج نہیں
ڈاکٹر! کل سنوں گا آج نہیں
کہہ رہا ہے یہ دیت نام کہ آؤ
کہہ رہے ہیں یہ مصر و شام کہ آؤ
یہ دھرتی جو میرا اسندہ ہے
جانے کیوں یہ بھی آج مضطر ہے
ڈاکٹر! یہ کہو کہ توانا ہوں
اور زندہ ہوں کہ قوت نہ ڈھوں
ڈاکٹر! بلڈ پریشر خواب نہیں
ڈاکٹر! دو دواج، ماہتاب نہیں
پر فشاں فکر کا عروج ہے ابھی
میرے ہاتھوں میں آگہ ظلم ہوا بھی

رباعی

امیر چند بہار

کیوں ملک میں اب یا بے نادار رہی
بیماری دبے کا ملک دیے نادار رہی ہے
غیروں کی غلامی سے تو آزاد ہوئے
اپنوں کا مگر ستم جاری ہے

غزلیں

محمود عشقی

دل بس اس بات سے بہلتا ہے
وہ دیے پاؤں چھت پہ چلتا ہے
کتنی یادیں پلٹ کے ملتی ہیں
جب کوئی شخص گھر بدلتا ہے
لطف لیجئے حسینہ ابرو کا
جس کا سکہ جہاں میں چلتا ہے
مشتعل کوئی شمع عشق ہوا!
میرے دل سے دھواں نکلتا ہے
نذر طوفاں کر کے اپنی کشتی کو
ناخدا کیسے ہاتھ ملتا ہے
اور نئے ملکوں کی کچھ نہیں تجھ میں
چاند گلیوں میں بھی نکلتا ہے
آتش لب سے چھیڑئیے نغمہ
دیر سے ساز تنے کو جلتا ہے
دیکھ دیکھو ذرا سہارا تو
آدمی کس طرح سنبھلتا ہے

نذیر اختر

ہر سنگ جفا اٹھے ہی ہاتھ مجھے پہ چلتا ہے
کیا کہئے دلِ صد دل سے یہی ہوتا رہتا ہے
فنکار کی تخلیق میں جو حسن رہا ہے
زنجیر کی جھنکار پائل کی صدا ہے
اس وقت کے قتل ہی کو رہا سب ہی کو
کیوں کہتے ہیں پرت جینے کی دعا ہے
سنتے ہیں آوارہ و بدنام زمانہ
پھر تیرے تعلق سے بھی دنیا نے کہا ہے
ہر راہ میں اک تیر پڑا ہے ہر سو پتھر ہم
ہر دور میں ذرہ اک جینے کا صدا ہے
اپنوں سے بھی لیے کے یہ وقت نہیں ہے پر
کس بھی ... یہ دور کا انساں کھڑا ہے
اختر کروں کیا دور کا اس کی یہ تلقین
جب دل کے گھر میں کئی کہرام بپا ہے

اختر نظمی

کیا کریں آساں کشش منزل کی بات
جانتا ہے کون مستقبل کی بات
دیکھئے اب سرخرو ہوتا ہے کون
پھر چلی ہے کوچۂ قاتل کی بات
ہے فسانہ در فسانہ لفظِ غم
داستاں در داستاں دل کی بات
گھر کے طوفاں میں سفینہ رہ گیا
ناخدا کرتے رہے ساحل کی بات
میرے ماضی نے مجھے آواز دی
میں نے جب سوچی ہے مستقبل کی بات
اب در نظمی کہاں سے کیجئے
پوچھتے ہیں لوگ اس محفل کی بات

عابد عاقل نوری

گو ہم پہ ستم وہ بھی ہزار کرتے ہیں
اگر کریں تو وہ پھر بھی پیار کرتے ہیں
علاوہ تجھ کو قریبیں رفیق تنہا لی
یہ میرے ساتھ تو انتظار کرتے ہیں
قریب آکے گل دل کو لذت غم ہے
ستم آپ بہ رنگ بہار کرتے ہیں
اب اس پہ بھی یہ دل جگمگاں ہوا شاکی
کہ آج کل وہ مرا اعتبار کرتے ہیں
ہوا ہے وصل پہ کچھ دکھتا ہے اب عاقل
وہ ہم سے کیسے نگاہوں کو چار کرتے ہیں

صفحہ ۳ سے آگے

[illegible] اس کو صحیح زحافات کے ساتھ منطبق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲)

ہمارے قدیم دبستانوں کے عروضی دو متضاد طرزوں میں الجھ کر رہ گئے ہیں۔ [illegible] ہر گردش وزن کو مقصود بالذات اور مسموع سمجھتے ہیں اور شاعری کو ثانوی درجہ دیتے ہیں۔ وہ صرف اس کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ عروض ایک الوہی مذہب ہے جس میں کچھ تغیر نہیں ہو سکتا۔ وہ اپنے مسلک سے دنیا کو آزاد سمجھتے ہیں۔ اب کوئی رسول تو درکنار مجتہد بھی نہیں ہو سکتا اور قدیم صحیفوں میں جو کچھ لکھا ہے وہ حرف آخر ہے۔ جس نے انحراف کیا وہ مردود قرار پایا۔ محقق طوسی نے جو کچھ لکھ دیا ہے وہ اردو کے لئے کتنا ہی ناموزوں کیوں نہ ہو حرف آخر ہے۔ اردو کے مجتہد [illegible] عروضیوں نے جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے وہ قابل اعتنا نہیں۔

عروض کا مقصد [illegible] کسی زبان کی موسیقی اور احساس ترنم کو الفاظ میں منضبط کرنا ہے [illegible] ایران کی [illegible] اردو زبان ایرانی اور ہندی دونوں [illegible] خلیل ابن احمد، محمد بن قیس، محقق طوسی وغیرہ [illegible] کے ایسے ماہر تھے [illegible] اس سے ہر جو تجاوز کرنا چاہیے [illegible] عروض کے موجد اصول [illegible] عرب [illegible] ایران میں بھی کئی بحروں [illegible] اردو کے عروضی ایسے لکیر کے فقیر [illegible] ایک حرف کی تبدیلی [illegible] جائز قرار دی گئی ہیں [illegible] ٹس سے مس [illegible] نہیں اٹھا سکتے۔

بحر مقتضب کا مشہور وزن ہے فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن۔ شیخ علی حزیں نے اس میں مفعولن کی جگہ حسب منشا مفتعلن یا مفتعلان استعمال کر لیا۔

شب کہ با ہزاران افغان دہ فراق دوست خویش
فاعلات مفعولن فاعلات مفتعلان
دستم [illegible] [illegible] بیکستانہ
فاعلات مفتعلن فاعلات مفعولن

[illegible] شعر کی [illegible] مثالیں [illegible]۔

[illegible] جائز قرار دیتے ہیں [illegible] مصرع [illegible] کی [illegible] نہیں۔

بحر [illegible] کو جائز قرار دیا ہے۔

۱۔ [illegible] محقق طوسی [illegible] ص ۱۴۰ [illegible]
۲۔ ایضاً ص ۲۱۶

بہار است ہر روزہ دہ روز نم   مگر فرداں [illegible]
فعولن فعولن فعولن فعل   فعلن فعولن فعولن فعل

خاقانی نے بحر منسرح کے مشہور وزن مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن کو یوں [illegible]

گر بہ خاقانیا این ہمہ آشوب چیست
مفعولن فاعلن مفتعلن فاعلات
ذوق کہ گر بہ دو جہان نیست خاقان برد
مفاعلن فاعلات مستفعلن فاعلن

مفتعلن کو کہیں مفعولن سے اور کہیں مستفعلن سے بدل لیا ہے عروض اس کی پشت پر ہے ترنم جاتا ہے تو جائے عروضیوں کو ترنم کی کیا پروا۔

احساس ترنم کے ساتھ یہ سب خرمستیاں [illegible] جائز ہیں۔ علی سردار جعفری کا [illegible] مصرع:-

جام و شیشہ ریزے ریزے ہو گیا قرآں ورق ورق
فعل فاعلن فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعل

یا فراق کے شعر کا یہ مصرع:-

پوچھ [illegible] کے نام پہ کچھ کچھ سمجھو رہ جاتے ہیں
فعل فاعلن فعل فعولن فعل فعولن فعلن فع

غیر موزوں ہیں حالانکہ اردو کے کسی قاری کو یہ مصرعے غیر مترنم نہیں معلوم ہوں گے۔ جو حضرات تقلید کے کنوئیں کے مینڈک ہیں جو اپنی عقل سے کام نہ لینے کی قسم کھائے ہوئے ہیں وہ عربی اور فارسی کے عروضیوں کی ہر [illegible] کو مقدس سمجھتے ہیں لیکن اردو شاعری کے مسلمہ اجتہادات سے قیامت تک انکار کرتے رہیں گے۔

بحر متقارب اور متدارک کے اوزان کو ہندی بحر [illegible] کہا گیا۔ کاش ہمارے عروضیوں نے اردو ادب کی گزشتہ تاریخ میں جھانک کر دیکھا ہوتا۔ یہ اوزان ہندی کے وزن سوتیا سے ماخوذ ہیں سوتیا کی متعدد اقسام ہیں۔ اول اول اردو شاعری ہندی بحروں میں کی گئی۔ دکن میں سوتیا چھند میں بھی بعض تخلیقات ملتی ہیں۔ جب اردو نے ہندی بحروں کے بجائے عربی فارسی عروض اختیار کیا تو سوتیا کے اوزان کو بحر متقارب و متدارک کے مماثل اوزان پر کسا گیا لیکن ان فارسی اوزان [illegible] کی گنجائش ہے یعنی صرف چند اوزان ہی کا اجتماع [illegible] جب کہ ہندی کے [illegible] سوتیا میں ارکان کی ترتیب کے [illegible] اردو کے شعرا نے بظاہر بحر متقارب یا متدارک کے وزن [illegible] لیکن [illegible] ہندی عروض کی تمام آزادیوں سے کام لیا [illegible] بحر متقارب کو پیش نظر رکھیے۔ [illegible] وقت سے آج تک ہر عہد میں جس شاعر نے اس وزن کو استعمال کیا ہے [illegible] آزادیوں سے کام لیا ہے جس کے لیے سردار جعفری کو ماخوذ کیا گیا ہے۔ میر اور سودا کے یہاں اس کی درجنوں مثالیں دکھائی پڑتی ہیں۔ [illegible] متقارب کے اس وزن میں

(بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

مراسلے

دو یادگاری جلدوں کی تجویز

فرشی صاحب کو بے نظیر یادگاری جلد پیش کی گئی۔ الگ ماہ ڈاکٹر ذاکر حسین کو جلد پیش کی جانے والی ہیں۔ اردو کے دو اور بزرگ محسنوں کی خدمات کے اعتراف میں جب تک یادگاری جلدیں نہ پیش کی جائیں گی تب تک ایک کمی کا احساس رہے گا۔ مسعود حسن رضوی صاحب ادیب اور رشید احمد صدیقی صاحب۔ اردو میں طنز و مزاح نگاری کو [illegible] سمجھا جاتا تھا [illegible] اردو کے چوٹی کے ادب میں جگہ نہ دی جاتی تھی۔ رشید صاحب نے اسے اعلیٰ تخلیقی ادب کی رفعت عطا کی۔ کیا ان دونوں بزرگوں کے عقیدت مند ایک ایک کمیٹی کی تشکیل کر کے ان کو نذر عقیدت پیش کرنے کا بیڑا نہ اٹھائیں گے۔

(گیان چند)

کچھ "ہمزہ کیوں" کے بارے میں

ہماری زبان کے ۱۵ اور ۲۲ جون کے شماروں میں جناب آغا خلش کاشمیری نے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کے مقالے "ہمزہ کیوں" پر اظہار خیال کیا ہے۔ ڈاکٹر نارنگ کا مقالہ سائنسی اور تجزیاتی انداز کا ہے اور لسانیات کے جدید ترین اصولوں کی روشنی میں لکھا گیا ہے۔ ایسے مقالوں کو تامل کے ساتھ پڑھ کر ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ آغا خلش صاحب نے صرف پہلی قسط پڑھی تھی اور بات کو پوری طرح سمجھا ہی نہیں تھا کہ اپنی رائے کا اظہار کر دیا۔ چنانچہ ان کے بیشتر خیالات غلطی اور غلط فہمی پر مبنی ہیں کیونکہ وہ مقالہ نگار کے نقطۂ نظر کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے۔ اس سلسلے میں ضمنی باتوں کو چھوڑ کر ان کے خاص خاص اعتراضات پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

۱۔ آغا خلش صاحب نے لکھا ہے کہ پہلے مقالے میں عربی زبان میں ہمزہ کی تاریخ اور اس کے استعمال پر روشنی ڈالی ہے۔ مثلاً یہ کہ ہمزہ عربی حروف تہجی کا پہلا حرف ہے جس کی اصل [illegible] ہے [illegible] پیدا ہو گئی [illegible] الف سے [illegible] ہمزہ کو مرکزی شکل دے دی۔ عربی میں ہمزہ جب ابتدائے لفظ میں واقع ہو تو الف کی شکل میں آتا ہے وغیرہ۔ لیکن مقالے میں یہ بحث اتنی نہیں کہ ہمزہ کا عربی میں کیا مقام ہے بحث یہ تھی کہ اردو زبان میں اس کا کیا مقام ہے [illegible] لیکن اردو میں اس کی کایا پلٹ ہو گئی ہے یعنی یہ مصوتہ ہو گیا ہے جبکہ اردو میں ہم اسے بالکل دوسری طرح کی آواز کے لیے استعمال کرتے ہیں تو ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ اس کے پیچھے کیا صوتی اصول کارفرما ہے۔ ڈاکٹر نارنگ کے مقالے کا مقصد یہی اور صرف یہی ہے۔

ڈاکٹر نارنگ نے بار بار اس بات پر زور دیا ہے کہ اردو ایک آزاد زبان ہے۔ اس نے اپنا رسم الخط عربی فارسی سے لیا ہے اور صرفی و نحوی سطح پر سنسکرت اور پراکرت سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن وہ ان میں سے کسی کی بھی غلام نہیں۔ اس کا اپنا صوتیاتی نظام ہے۔ اس لیے ہمیں دیکھنا ضروری ہے کہ ہمزہ کی علامت جو عربی زبان میں حلقی بندشی آواز کے لیے استعمال ہوتی ہے اور اردو جس میں حلقی بندشی آواز نہیں ہوتی [illegible] اس میں ہمزہ کا استعمال کن صوتی وجوہ سے ہوتا ہے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اس اولین بحث کی وضاحت کر دی ہے کہ اردو میں ہمزہ کی [illegible] ہے اور [illegible] ہمزہ کی اردو میں اپنی کوئی آواز نہیں [illegible] محض دو مصوتوں کے ساتھ ساتھ آنے کی علامت [illegible] ہے۔ ڈاکٹر نارنگ نے ہر [illegible] کو مثالوں [illegible] کر کے سمجھایا ہے۔ آغا خلش صاحب کو بات سمجھنے کے لیے ان مثالوں سے دوبارہ رجوع کرنا چاہیے۔

اردو میں صاحب [illegible] ابھی پیدا نہیں ہوا [illegible] مقالہ [illegible] ڈاکٹر نارنگ کے نتائج [illegible] کے مقالے سے بعض [illegible] تقلید [illegible] صرف اس لیے [illegible] عربی یا فارسی میں [illegible] زبان کے سلسلے میں ہم [illegible] کی کوشش [illegible] لسانیات سے بعض پرانے اصولوں کو [illegible] لیکن [illegible] کہ ہمزہ کے استعمال کا تجزیہ تو اس کی صوتی سطح [illegible]

۲۔ آغا خلش صاحب فرماتے ہیں کہ ہمزہ متحرک ہوتا ہے یا ساکن [illegible] ساتھ [illegible] اردو والوں نے بھی ہمزہ کی اس حیثیت کو برقرار رکھا ہے اور ہمزہ [illegible] کے ساتھ استعمال ہوتا [illegible]

آغا صاحب کو معلوم ہونا چاہیے [illegible] معمولی واقفیت رکھنے والا طالب علم بھی جانتا ہے کہ اردو نے ہمزہ کی [illegible] والی خصوصیت کو برقرار نہیں رکھا۔ اگر یہ بات [illegible] ہمزہ اردو میں مصوتہ نہ ہو جاتا بلکہ عربی کی طرح مصمتہ ہی رہتا۔ جب آغا صاحب [illegible] اس بنیادی امر کو سمجھنے کی زحمت گوارا نہیں فرماتے تو دیگر مباحث کو انھوں نے کس رنگ میں دیکھا اور کیسے سمجھا ہوگا اس ضمن میں کچھ بھی کہنا غیر ضروری ہے۔

۳۔ آغا صاحب فرماتے ہیں کہ [illegible] دو مصوتوں [illegible] ہمزہ [illegible] جاتا ہے۔ یہ قطعی غلط [illegible] ہے۔ یہاں کوئی صوتی [illegible] یہاں صرف دو مصوتوں [illegible] ہے۔ [illegible] اردو میں ہمزہ [illegible] دو مصوتوں کے جوڑ کی [illegible] استعمال ہوتا ہے اور یہی وہ خصوصیت ہے جو [illegible] عربی کے استعمال سے مختلف کرتی ہے۔ ڈاکٹر نارنگ نے اس کی وضاحت کر دی ہے۔

۴۔ آغا صاحب کا یہ خیال کہ ڈاکٹر نارنگ نے انگریزی زبان کے "واولز" کا سہارا لیا ہے ان کی کم فہمی پر مبنی ہے۔ لسانیات کی تمام بحثوں میں بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط یعنی INTERNATIONAL PHONETIC ALPHABET استعمال کیا جاتا ہے جو رومن رسم خط کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ اس میں دنیا کی ہر زبان کی اصوات کے لیے علامتیں وضع کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر نارنگ نے انگریزی کے واولز کا سہارا نہیں لیا بلکہ اپنے تجزیے کو سائنٹفک طور پر پیش کرنے کے لیے اسی بین الاقوامی صوتیاتی رسم خط سے مدد لی۔

اس کے بغیر بات قطعیت سے نہیں کہی جا سکتی۔ اس کے استعمال پر پوری کی عبور چڑھانا لسانیات کی ترقی سے استفادہ کرنے کو گناہ سمجھنے کے مترادف ہے۔

• "مستعار الفاظ کے تحت خود ستائی، خود نمائی، بے وفائی ... ایسے مرکب الفاظ دیے ہیں جو بالکل بے محل ہیں۔ اردو زبان میں تقریباً تمام الفاظ مستعار ہیں ... یہ مرکب الفاظ جن میں کوئی رد و بدل نہ کیا جا سکے، اس ضمن میں وہ داخل نہیں۔

یہ بیان صوتی حد تک غلط ہے کہ اردو زبان میں تقریباً تمام الفاظ مستعار ہیں۔ اردو اپنی بنیاد اور مزاج کے اعتبار سے ہند آریائی زبان ہے۔ اس لیے پراکرتوں سے آنے والے الفاظ مستعار نہیں قرار پائیں گے۔ اسی طرح وہ تمام الفاظ مرکب یا مفرد جو اردو زبان میں رچ بس گئے ہیں اور مستعمل ہیں وہ اردو کے ہیں خواہ وہ مستعار ہوں یا نہ ہوں۔ اس لیے اردو میں ہمزہ کے استعمال سے بحث کرتے ہوئے انھیں داخل شمول کرنا اردو سے ناواقفیت کا ثبوت دینا ہے۔

۷۔ اردو زبان کو علامت اضافت سے کوئی واسطہ نہیں، اس کا جواب اوپر دیا جا چکا ہے۔ اگرچہ علامت اضافت فارسی سے لی گئی ہے لیکن جب اردو میں اس کا چلن عام ہو گیا تو یہ اردو کی چیز ہو گئی۔ اب اردو سے اس کا واسطہ ہے اور گہرا واسطہ ہے۔ اردو کی اس خصوصیت پر تقریباً ڈیڑھ صدی سے زور دیا جا رہا ہے (ملاحظہ ہو دریائے لطافت، انشا کا بیان)۔ حیرت ہے کہ آغا صاحب ابھی تک اردو کے اس بنیادی اصول سے بے خبر ہیں۔

جس طرح مذہب اور معاشرت کے توہمات ہوتے ہیں، اسی طرح زبان کے بھی توہمات ہوتے ہیں۔ لسانیات کے سائنسی نتائج کو سمجھنے کے لیے ان توہمات سے بلند ہو کر سوچنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر نارنگ کا مقالہ اس لحاظ سے غور طلب اور دلچسپ ہے کہ انھوں نے ہمزہ کا تجزیہ اردو کی آزاد حیثیت کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے اور اسے لسانیات کے اصولوں کے مطابق پیش کیا ہے اور یہ بنیادی اصول ناقابل تردید ہیں۔

(محبوب عالم فریدی)

اردو کی اصل بندی

اردو زبان پر اب تک یہ الزام رہا چلا آ رہا ہے کہ ہم نے ہند آریائی زبان کو عربی و فارسی اور ترکی وغیرہ زبانوں کی لونڈی بنا رکھی ہے۔ قواعد لکھتے ہیں تو عربی فارسی قواعد کی آمیزش سے ایک ایسا معجون تیار کرتے ہیں کہ حلق سے اترتا ہی نہیں۔ عروض کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھیے تو شروع سے آخر تک فارسی کی بے جا اصطلاحوں کی حکمرانی۔ اردو کا اپنا کچھ بھی نہیں۔ حد کی بات تو یہ ہے کہ علمی اصطلاحوں میں بھی ہم نے فارسی کی بھدی ترکیبوں کو اپنایا ہے۔ ایک عام اصطلاح ہے: آب و ہوا۔ کیا یہ ایک علمی اصطلاح کہلانے کا مستحق ہے؟ وہاں تو CLIMATE سے CLIMATOLOGY، بنا لیجیے ACCLIMATIZE بنا لیجیے CLIMATIC بنا لیجیے CLIMOGRAPH بنا لیجیے CLIMATOTHERAPY بنا لیجیے۔ اب آپ بتائیے "آب و ہوا" سے کیا ہم سب بنا سکیں گے؟ اسی طرح عرض بلد و طول بلد کی اصطلاحیں بھی ہیں۔ انھیں ہم نے عربی سے جوں کا توں لے لیا ہے اور اسے انگریزی کی ان اصطلاحوں LATITUDE اور LONGITUDE کی جگہ استعمال کرتے ہیں۔ انگریزی کی یہ اصطلاحیں فلکیات میں بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اب بتائیے وہاں تو بلد کا کوئی تصور ہی نہیں ہے، وہاں کیا کریں گے؟ حماقت سب سے بڑی تو ہم یہ کرتے آئے ہیں کہ اردو رسم خط رکھنے والی زبانوں کی اصطلاحوں کو ہم نے بغیر سوچے سمجھے جوں کا توں اپنا لیا ہے اور کبھی بھولے سے بھی ان کے ترجمے کی کوشش نہیں کی۔ ترجمہ تو صرف انگریزی اصطلاحوں کا ہوتا ہے۔

تو ہماری اور اردو کی ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم لوگ سب مل کر اپنی زبان کی اصل بندی (ORIGINATIZATION) کے لیے کام شروع کر دیں۔ ہمیں اپنی زبان کے اصلی ڈھانچے کو پیش نظر رکھ کر خالص اردو لکھنا ہے۔ انیس کا مرثیہ اور اسی سلسلے میں لسانیات کی جدید تحقیقات کی روشنی میں کام کرنا ہے۔ ہمیں اپنے ہندوستانی حیوانات کے اردو ناموں کی ایک ڈکشنری ترتیب دینی ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے کہ باہر کے لوگ کر ان کے نام رکھ جاتے ہیں اور ہم اور آپ صدیوں سے اندھوں کی طرح ان کو تکتے رہتے ہیں۔ اس کے لیے جنگل جنگل گھومنا پڑے گا۔ زبان کا کام لائبریری میں بیٹھ کر نہیں ہوتا ہے۔ زبان بولنے والوں کے اندر رہ کر کرنا پڑتا ہے۔ غرض اسی طرح عروض، جغرافیہ، قواعد وغیرہ تمام علمی شاخوں کی خالص اردو اصطلاحیں ہمیں وضع کرنی ہیں۔ مثلاً

MOUNTAIN پہاڑ HILL پہاڑی HILLOCK پہاڑ بچہ

یہ ہے اردو زبان کی اصل بندی کے کام کا ایک حقیر سا نمونہ۔ یہ نہیں کہ عربی فارسی لغات چھان چھان کر کچھ الفاظ نکالے اور سمجھ گئے کہ ہم نے اصطلاحیں وضع کر لیں۔

(اقبال کرشن)

اظہر من الشمس

یکم اگست ۱۹۹۰ء کے "ہماری زبان" میں م ح صاحب کا مراسلہ نظر سے گزرا۔ ان کے دو سرے استفسار کے جواب میں عرض ہے کہ "آفتاب سے زیادہ روشن" کے معنی میں اظہر من الشمس ہی مستعمل ہے۔ مستند لغات میں بھی اسی طرح لکھا گیا ہے۔ ہر چند انور بھی عربی کا لفظ ہے اور روشن یا چمکیلا کے معنی میں استعمال ہوتا ہے مگر "انور من الشمس" غیر مستعمل ہے۔

(بدیع الزماں خاور)

یو۔پی میں اردو کو ثانوی زبان بنانے کیلئے ہندی مصنفین کا مطالبہ

نئی دہلی۔ ہندی مصنفین کے ایک کنونشن میں اردو کو یو۔پی میں ثانوی زبان کا درجہ دینے کی حمایت کی جائے گی۔ یہ کنونشن اسی ماہ میں یہاں منعقد ہو گا۔ یہ کنونشن ہندی کے مشہور مصنف جناب سری کانت ورما نے بلایا ہے۔ ورما صاحب نے ایک بیان میں ان ہندی مصنفین پر نکتہ چینی کی ہے جو اردو کو سرکاری زبان بنانے کے ایجی ٹیشن کی اس لیے مخالفت کر رہے ہیں کہ اردو ہندی کا ایک دوسرا اسلوب ہے۔
انھوں نے پوچھا کیا یہ ہندی مصنفین اس کے لیے تیار ہیں کہ غالب اور میر کا کلام ہندی نظم کی کتابوں میں طلبا کے لیے نصاب میں شامل کر دیا جائے۔ ورما صاحب نے کہا کہ اردو کو اس کے جائز حق سے انکار کرنے سے کشیدگی پیدا ہو گی جس سے ہندی کو کسی صورت میں فائدہ نہ پہنچے گا۔

(الجمعیۃ دہلی)

ہریانہ میں اردو کی حوصلہ افزائی

چنڈی گڑھ۔ وزیر اعلیٰ راؤ بریندر سنگھ نے ہریانہ اکالی دل کے وفد کو یقین دلایا کہ پنجابی اور اردو کو ہریانہ میں وہی درجہ دیا جائے گا جو دوسرے لسانی صوبوں میں اقلیتی زبانوں کو حاصل ہے۔ ہریانہ ہندی بولنے والا علاقہ ہے پنجابی اور ... دو بڑی اقلیتی زبانیں ہیں ان کی پڑھائی کے لیے تمام سہولیات دی جائیں گی۔ وفد نے حکومت کو مکمل تعاون اور کوئی ایجی ٹیشن نہ کرنے کا یقین دلایا۔ (ریاست کانپور)

اردو کے مسئلہ پر متحدہ محاذ کے لیڈروں میں پھوٹ

لکھنؤ۔ یو۔پی کانگریس اسمبلی پارٹی کے سکریٹری نول کشور صاحب نے ترقی پسند عناصر سے اپیل کی ہے کہ وہ کانگریس سے تعاون کریں تاکہ ریاست میں ابھرنے والے فسطائی رجحانات کا مقابلہ کیا جا سکے جن کا مظہر جن سنگھ اور دوسرے لیڈروں کے حالیہ اعلانات کا مقصد موقع پرستوں کے خلاف سرد جنگ سے تعبیر کیا۔
انھوں نے کہا کہ اردو کے سوال نے حکمراں گروہ کے داخلی انتشار کو ظاہر کر دیا ہے اور ناپاک اور غیر سیاسی معاہدہ کے عناصر کو بے پردہ کر دیا ہے۔ رام گوپال صاحب کو سمجھ لینا چاہیے تھا کہ اس محاذ میں جن سنگھ کا غالب رہنا یقینی ہے جو کہ متحدہ محاذ میں اکثریتی پارٹی ہے۔ انھوں نے کہا کہ متحدہ محاذ سے جن سنگھ کو فائدہ پہنچا ہے۔ انھیں کو تقویت ملی ہے۔ کانگریس کو متحدہ محاذ کے داخلی انتشار سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن چونکہ اس کشمکش سے اقتدار کا نظم و نسق پر اثر پڑ رہا ہے کانگریس آج بھی سماجی تبدیلیوں کا بہترین اور موثر ترین ذریعہ بن سکتی ہے بشرطیکہ تمام ترقی پسند عناصر کانگریس کے ساتھ مل کر کام کریں۔

(الجمعیۃ دہلی)

علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے سے معیار تعلیم نہیں گرے گا

نئی دہلی۔ (یو۔این۔آئی) آج راجیہ سبھا میں مرکزی وزیر تعلیم ڈاکٹر ترگنا سین نے ترقی اور ارتقا میں حکومت کے اس فیصلہ کا دفاع کیا کہ ۵ سال کے اندر اندر علاقائی زبانوں کو یونیورسٹیوں میں ذریعہ تعلیم بنا دیا جائے۔ انھوں نے کہا یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرنے والوں میں بیداری پیدا کرنے اور تحصیل علم کے دائرہ کو وسیع کرنے کے لیے یہ اقدام ضروری ہے۔ ڈاکٹر ترگنا سین راجیہ سبھا میں ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ اور تعلیم سے متعلق ممبران پارلیمنٹ کی کمیٹی کی رپورٹ پر بحث کا جواب دے رہے تھے۔ وزیر تعلیم نے کہا کہ حکومت نے کوئی [illegible] نہیں کیا ہے ایک سو سال قبل ہندوستان نے [illegible] تعلیم دی جاتی تھی [illegible] اس سے پہلے کی رپورٹوں میں جن میں یونیورسٹیوں [illegible] رپورٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن کمیشن کی رپورٹ بھی شامل ہیں [illegible] گئی تھی اور ان رپورٹوں میں اتفاق رائے سے علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے کی سفارش کی گئی تھی [illegible] ہم صرف زبانی طور پر [illegible] کی حمایت کرتے رہے ہیں لیکن اس سلسلہ میں ہم نے ابھی کچھ کیا نہیں ہے۔

ڈاکٹر سین نے ممبران سے اپیل کی کہ وہ اردو [illegible] کریں جبکہ زبان سے متعلق حکومت کے فیصلہ کا اعلان کر دیا گیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ رابطہ کی زبان [illegible] ہمیشہ رہے گی اور [illegible] ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم انگریزی کو ترک کر دیں گے [illegible] معاون زبان کے طور پر اس کو پڑھا جائے گا جیسے دوسری زبانوں کو بھی پڑھا جاتا ہے۔ انھوں نے امید ظاہر کی کہ زبان سے متعلق [illegible] کا ملک کے تمام طبقوں کی طرف سے خیر مقدم کیا جائے گا۔

ڈاکٹر ترگنا سین نے کہا کہ اس معاملے کے آخری فیصلہ [illegible] سے متعلق یا جیسا کہ ایوان میں ایک ریزولیشن منظور کر کے ممبران پارلیمنٹ کی کمیٹی کی رپورٹ کو ریاستی حکومتوں کے پاس رائے جاننے کے لیے بھیج دیا گیا ہے۔ تعلیم سے متعلق مرکزی ایڈوائزری بورڈ کی میٹنگ [illegible] کے آخر تک ہو [illegible] یہ رپورٹ زیر بحث آئے گی [illegible] ۲۳ ستمبر تک وائس چانسلروں کی بھی کانفرنس [illegible] اس رپورٹ پر غور کیا جائے گا۔ وزیر تعلیم نے ممبران [illegible] مسترد کر دیا کہ علاقائی زبانوں کو ذریعہ تعلیم بنانے سے معیار تعلیم گر جائیگا۔

بحث میں بعض ممبران نے اردو کو ترقی دیے جانے کے بارے میں شکوہ و شبہ کا اظہار کیا تھا اور جناب حیات اللہ انصاری نے کہا تھا کہ ممبران پارلیمنٹ کی رپورٹ اردو کے لیے [illegible] ہے۔ وزیر تعلیم نے ان شکوک [illegible] سے متعلق کہا کہ ہماری حکومت تمام علاقائی زبانوں کو ترقی دے گی۔

(الجمعیۃ دہلی)

انجمن ترقی اردو اترپردیش لکھنؤ کی مشاورتی کمیٹی کا جلسہ

لکھنؤ۔ ریاستی انجمن ترقی اردو کی مشاورتی کمیٹی کا ایک جلسہ بیگم سلطانہ حیات کی صدارت میں کوٹھی چودھری حیدر حسین بیرسٹر مرحوم میں منعقد ہوا۔

جلسہ میں جناب حیات اللہ انصاری ایم۔ پی، قاضی مختار احمد جنرل سکریٹری، جناب سید محمد حسین (لکھنؤ)، جناب وفا الرحمٰن جامی (ٹانڈہ رامپور) اور جناب راحت علی خاں (نانپارہ) نے شرکت کی۔

جلسہ نے اردو کو یو۔پی کی دوسری سرکاری زبان بنانے کی تحریک کو بڑھاوا دینے کے اقدامات پر غور کیا اور طے کیا کہ انجمن ترقی اردو کی شاخوں کو ہدایت کی جائے کہ وہ مقررہ تاریخوں میں جلسہ کریں اور اردو کو دوسری سرکاری زبان بنانے کی تجویز پاس کر کے حکومت یو۔پی کے وزیر اعلیٰ کے پاس بھیجیں جلسے میں ممبران قانون ساز اور دیگر سیاسی جماعتوں کے نمایاں افراد کو بھی مدعو کیا جائے اور ان کی حمایت حاصل کی جائے بالخصوص ان ممبران سے جنھوں نے الکشن میں اردو داں عوام کی حمایت حاصل کر کے کامیابی حاصل کی ہے ان سے تجاویز پر دستخط کرائیں اور ان سے درخواست کریں کہ وہ اسمبلی اور کونسل میں اردو کے مقصد کی وکالت کریں۔

جلسہ میں جو تجویز پاس کی جائے اس کے الفاظ یہ ہوں۔

مقامی انجمن ترقی اردو کا یہ جلسہ جس میں .... جماعتوں کے نمائندے اور ممبران قانون ساز بھی شریک ہیں۔ حکومت یو۔پی سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ وہ جلد از جلد "اردو" کو سرکاری زبان کے تحت یو۔پی کی دوسری زبان تسلیم کرے یہ بھی طے پایا کہ اس تجویز کی نقلیں مرکزی انجمن ترقی اردو علی گڑھ ریاستی انجمن ترقی اردو لکھنؤ اور اخبارات کو بھیجی جائیں۔

(سکریٹری)

انجمن ترقی اردو شاخ رانچی کا سالانہ انتخابی جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ رانچی کا سالانہ انتخابی جلسہ زیر صدارت جناب قمر التوحید صاحب پرنسپل رانچی ضلع اسکول انجمن بلڈنگ دفتر جمیعت العلماء میں منعقد ہوا۔

جلسہ کی ابتدا رعداری رپورٹ سے کی گئی۔ جس میں جناب محی الدین احمد صاحب ایم۔ اے نے اردو زبان کی تاریخ اور اس کے فروغ میں انجمن ترقی اردو (ہند) کا حصہ انجمن شاخ رانچی کے ایک سال کی کارگذاریوں کا اجمالی خاکہ اور آمد و خرچ کا گوشوارہ پیش کیا جلسہ میں مندرجہ ذیل حضرات عہدیداران منتخب کیے گئے۔

جناب محی الدین احمد صاحب ایم۔ اے۔ صدر

جناب عبد الغفار صاحب ہیڈ ماسٹر آزاد ہائی اسکول۔ نائب صدر

،، پروفیسر ابوذر عثمانی صاحب۔ جنرل سکریٹری

،، لئیق عالم صاحب ،، جوائنٹ سکریٹری

،، احمد جنید صاحب بی۔ اے۔ اسسٹنٹ سکریٹری

،، خواجہ نسیم صاحب۔ سکریٹری شعبۂ نشر و اشاعت

،، انوار الحق صاحب ایم۔ کام۔ سکریٹری شعبۂ تصنیف و تالیف

،، مولانا مشتاق احمد صاحب قاسمی۔ سکریٹری ثقافتی امور

،، شمس الہدیٰ صاحب۔ خازن

انجمن ترقی اردو ہند شاخ امرتسر کا انتخابی جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ امرتسر کی ایک میٹنگ ادارہ آزاد بک ڈپو ہال بازار میں عہدیداروں کے چناؤ کے سلسلہ میں منعقد ہوئی جس میں حسب ذیل عہدیدار اتفاق رائے سے منتخب ہوئے۔

سرپرست:۔ سردار گوردیال سنگھ صاحب ڈھلوں، جناب جی۔ آر سیٹھی صاحب نوٹری پبلک نمائندہ ایسوسی ایٹیڈ پریس

صدر:۔ رائے بہادر لالہ پرکاش چند صاحب مہرہ

نائب صدر:۔ جناب پنالال رند ایڈووکیٹ

سکریٹری:۔ سردار پورن سنگھ ہنر

اسسٹنٹ سکریٹری:۔ جناب جے رام داس صابر ایم۔ اے

چناؤ کے بعد ایک مجلس مشاعرہ منعقد ہوئی جس میں امرتسر کے سرکردہ شعرائے کرام نے حصہ لیا سردار پورن سنگھ ہنر نے سابقہ سال کی کارروائی پڑھ کر سنائی اور حساب کی جانچ کی گئی۔ ہنر صاحب نے کہا کہ جمہوری حقوق کے پیش نظر ہی حکومت اردو زبان سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرے اور اس کے تحفظ کی طرف لازمی طور پر توجہ دے۔

اختتام پر صاحب خانہ نے مہمانوں کی چائے سے تواضع کی۔

(سکریٹری پورن سنگھ ہنر)

اردو کو اترپردیش کی علاقائی زبان تسلیم کیا جائے

لکھنؤ۔ آج کونسل ہاؤس کے سامنے لگے ہوئے اردو کیمپ میں اردو کے مشہور انقلابی شاعر جناب ساحر لدھیانوی کمیونسٹ لیڈر اور اردو کے مشہور ادیب جناب سجاد ظہیر اور مشہور طنز و مزاح نگار ادیب کرشن چندر، ہندی ادیب یشپال ستیش بترہ، اور گوپال اندو جناب بیگم حامدہ حبیب اللہ اور مشہور شاعر جناب نذیر بنارسی پر مشتمل ایک وفد پہنچا۔

جناب سجاد ظہیر، جناب کرشن چندر، جناب ساحر لدھیانوی اور بیگم حامدہ حبیب اللہ نے بتایا کہ چونکہ اردو کی طرح ملک کے بعض حصوں میں منصوبے کے ساتھ ہی نا انصافی کی جا رہی ہے اور اس کو وہ مقام حاصل نہیں ہونے دیا جا رہا ہے جس کی وہ مستحق ہے

اس لیے ہم ترقی پسند ادیبوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ ہم اردو اور ہندی دونوں کے حقوق کے لیے جدوجہد کریں گے۔ ہم سب نے آج ایک تجویز منظور کی ہے جس میں یہ سفارش کی گئی ہے کہ اردو کو اتر پردیش کی علاقائی زبان تسلیم کر لیا جائے۔

(سیاست جدید کانپور)

انجمن ترقی اردو شاخ اجین کا جلسہ

انجمن ترقی اردو شاخ اجین کا جلسہ زیر صدارت پروفیسر ڈاکٹر عبدالودود صاحب منعقد ہوا۔ انجمن کے سالانہ انتخاب کی نگرانی کے لیے بھوپال سے پروفیسر آفاق احمد صاحب تشریف لائے۔ جنرل سکریٹری نے سال گذشتہ کی رپورٹ پیش کی۔ انجمن کی کوششوں سے امسال جولائی ۱۹۷۰ء سے مادھو کالج اجین میں ایم۔ اے اردو کلاسز کا اجرا ہوا ہے امسال اردو ایم اے پریویس میں دو سو طلبہ کے داخلے لینے کا امکان ہے۔ اس کے قبل انجمن کی کوشش سے گرلز ڈگری کالج میں بی اے میں اردو مضمون کی پڑھائی بطور اختیاری مضمون شروع کی گئی ہے۔

صرف گرلز ہائر سکنڈری اسکول اور مہاراج باڑہ ہائر سکنڈری اسکول میں اردو کی پڑھائی کا انتظام کیا گیا ہے انجمن کی کوشش سے جامعہ اردو کا سنٹر قائم ہے۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل عہدیداران کا بہ اتفاق رائے بلا مقابلہ انتخاب کیا گیا۔

۱۔ جناب دانش حسین قریشی ایڈوکیٹ ۔ صدر
۲۔ " عبدالکریم نسیم بی اے ۔ نائب صدر
۳۔ " سلطان احمد صدیقی ایم اے ایل ایل بی (علیگ) جنرل سکریٹری
۴۔ " احمد انور شمیم صاحب بی اے ۔ سکریٹری

اس کے علاوہ مجلس عاملہ کے ممبران بھی منتخب ہوئے۔

انتخاب کے بعد پروفیسر آفاق احمد صاحب نے خطاب فرمایا۔ جناب صدر کی اجازت سے گیارہ بجے رات کو شکریے کے ساتھ نشست کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

(سلطان احمد صدیقی)

"تاجدار مدینہ" کی رسم اجرا

سابق ریاست ٹونک کے آخری تاجدار ہز ہائی نس عزیز الدولہ نواب محمد اسماعیل علی خاں بہادر ناصح بالقابہ کے مجموعۂ کلام تاجدار مدینہ کی رسم اجرا کے سلسلہ میں ہز ہائی نس پیلس میں ایک شاندار ادبی تقریب منعقد ہوئی۔ اور مرتب کتاب مولانا سید منظور الحسن برکاتی خصوصی شرکا تھے۔ اعلیٰ حضرت نواب صاحب بہادر ناصح بالقابہ بنفس نفیس جلسہ میں تشریف فرما تھے۔ ابتدا میں مولانا سید قاضی الاسلام صاحب نے محفل کی غرض و غایت بیان کی۔ اور نواب صاحب کو ان کے مجموعۂ کلام کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے ان کی شاعری بالخصوص نعت نگاری پر مختصر روشنی ڈالی۔ اس کے بعد مولانا سید منظور الحسن برکاتی مرتب تاجدار مدینہ نے کتاب کے چند نسخے نہایت عمدہ چرمی جلد اور زرتار سرورق کے حامل نواب صاحب کی خدمت میں پیش کئے نواب صاحب نے شکریے کے ساتھ انھیں قبول فرمایا۔ اور حاضرین کو اپنے دست مبارک سے اس کی چند کاپیاں تقسیم فرمائیں۔ یہ خبر بھی مسرت بخش ہے کہ ابھی حال میں ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر نے جشن مجلس میلاد النبی کی ۵۵ سالہ ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب پر مولانا منظور الحسن برکاتی کو ان کی علمی ادبی خدمات اور تاجدار مدینہ کی ترتیب و تالیف کے سلسلہ میں "تاج الادبا فصیح الملک" کے خطاب اور خلعت سے سرفراز فرمایا۔

(ماہنامہ نگار)

صفحہ ۱۰ سے آگے

فعول فعلن یا فعول فع نہیں آنا چاہئے۔ میں ان ارکان کو فعل فعول، اور فعل فعل کہنا پسند کرتا ہوں۔ مشتے نمونہ از خروارے ملاحظہ ہو۔ میر کی مثالیں پیچھے درج کی جا چکی ہیں۔ دوسرے شعرا کے عروضی تقسیم والے ارکان کے نیچے میں نے خط کھینچ دیا ہے۔

۱۔ انکھوں میں کس سے بہت کی باری کون سے تجھ دل کی پیر
فعول فعلن مفعول فعلن فعل فعیلن فعلن فع
کلیاتِ سودا جلد دوم ص ۱۲۶

۲۔ یعنی مجھ پر تپ بیٹھے بول رہے تسبیح گھڑی گھڑی
فعلن فعلن فعلن فعلن فعل فعولن فعول فع
گلزارِ نظیر (اکبر آبادی) ص ۱۹۴

۳۔ تنہاں کہاں حافظ اور ناز
فعول فعلن فعلن فعلن (حالی مناجاتِ بیوہ ۱۵)

۴۔ کہو تو تنہا جی سے دکھا دوں دست بدل یا دست بکار
فعول فعلن فعل فعولن فعل فعولن فعل فعول
یا فعلن

۵۔ جہاں مساجد اور شوالے انداز سے بجز کر دوں
فعول فعلن فعل فعولن فعلن فعلن فعلن فعلن
سیماب شعرِ انقلاب ص ۱۱۰

۶۔ موسم کی مدھ بھری جوانی دیوال کے قریب بیٹھے
فعلن فعلن فعول فعلن فعلن فعل فعل فراق

حالی کی مناجاتِ بیوہ میں یہ سقم تقریباً ایک چوتھائی مصرعوں میں ملے گا۔ سیماب بہت بڑے عروضی تھے۔ ان کی صرف دو نظموں میں اس سقم کی تین مثالیں دکھائی دیں۔ تنہا سردار جعفری کی گردن کیوں پکڑتے ہو۔ اس حمام میں سبھی ننگے ہیں۔ اب دو باتیں طے ہو جاتی ہیں۔

۱۔ مروجہ عروض کے لحاظ سے ان تمام شعرا (بشمول سردار جعفری) کے مصرعے غیر موزوں ہیں۔ ۲۔ ہندی عروض کے لحاظ سے ماترائیں گنی جائیں تو ہر صورت میں ۳۲ یا ۳۰ یا ۱۶ ماترائیں برابر ہوں گی یعنی ہندی عروض کے لحاظ سے یہ مصرعے موزوں ہیں۔ ہمارے شعرا اور قارئین شروع سے آج تک ان آزادیوں کو جائز قرار دیتے آئے ہیں۔ یہ ہمارے احساسِ موزونیت کو مجروح نہیں کرتیں۔ ضرورت ہے کہ عروض شاعری کے اس صدیوں پرانے چلن کا تتبع کرے اور اپنے اندر ترمیم و توسیع کر کے اس کو جائز قرار دے۔ میں نے اپنے مضمون "اردو کی ہندی بحریں توسیع اور اضافے" میں یہی کیا ہے۔ یہ بحث اتنی طویل ہے کہ ہماری زبان میں اس کا خاکہ بھی پیش نہیں کر سکتا۔ میری ترمیمات کے بعد سردار جعفری کی پوری غزل اور دوسرے شعرا کے اکثر مصرعے موزوں ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی اجتہاد نہیں یہ ایک حقیقت کا اعتراف کر لینا ہے جو شعرا اور قارئین کے بیچ ہمیشہ سے موجود ہے۔ اگر اہلِ عروض اس حقیقت بیدار کی طرف سے آنکھیں موند لینے پر اصرار کریں تو وہ اپنے معیاری اشعار اور الجبرا کو کلیجے سے لگائے بیٹھے رہیں اور اہلِ فن پر آوازے کستے رہیں۔ ان کی آواز صدا بہ صحرا ثابت ہوگی۔ شاعری کا کارواں گزر رہا ہے اور گزرتا رہے گا۔ میر کی غزلیں، حالی کی مناجاتِ بیوہ، جوش کی شاعری (اس بحر میں ٹھوکر کھانے کی وجہ سے انہیں ایک بار سیماب نے زمرۂ شعرا سے خارج کرنے کی تجویز کی تھی) فراق اور سردار جعفری کا کلام دلوں کو گرماتا رہے گا۔ عروض شاعری کی سمت متعین نہیں کرے گا بلکہ اسے شاعری کے پیچھے چلنا ہوگا۔ اردو عروض کی تشکیلِ جدید کی سخت ضرورت ہے۔

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ [illegible] نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھپوا کر [illegible] دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ سے شائع کیا